بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن، أَمَّا بَعْدُ:

090: تقدیر پر ایمان کے درجات کا بیان (حصہ سوم)

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم بات کر رہے تھے ارکان ایمان کے آخری اور چھٹے رُکن کے تعلق سے، تقدیر پر ایمان کے تعلق سے مراتب بیان کر رہے ہیں اور پچھلے دروس میں علم کا مرتبہ، کتابت کا مرتبہ، اور مشیئت کے مرتبے کے تعلق سے ہم بات کر چکے ہیں، آج کی نشست میں جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہوئے شروع کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فَمَا مِن مَخْلُوقٍ فِي الأَرْضِ وَلا فِي السَّماءِ إِلَّا اللهُ خَالِقُهُ سُبْحانَهُ لَا خَالِقَ غَيْرُهُ وَلا رَبَّ سِواهُ" (کوئی بھی مخلوق نہیں زمین میں اور نہ ہی آسمان میں اِلّا یہ کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اس کا خالق ہے اللہ کے سوا کوئی اُس کا خالق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی اُس کا ربّ نہیں ہے)۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات صحیح ہے بغیر کسی شک وشبے کے اور اس کے صحیح ہونے کے دو قسم کے دلائل ہیں "دلیل اَثری اور دلیل نظری"۔

اَثری دلیل سے مراد ہے قرآن اور سنت کی دلیل، اور نظری دلیل سے مراد ہے عقلی دلیل؛ بعض علماء عقلی کہتے ہیں بعض علماء نظری کہتے ہیں، اور اَثری کو بعض علماء سمعی کہتے ہیں اور بعض علماء اَثری کہتے ہیں، سمعی جو سمع سے ہمیں ملی ہے جو وحی ہے کتاب اور سنت، اور اَثری اَثر سے ہے اور اَثر کتاب اور سنت کو بھی کہا جاتا ہے۔

جو اَثری دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق ہے چاہے زمین کی مخلوق ہو یا آسمانوں کی مخلوق ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الزمر آیت نمبر 62 میں: ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ إلي آخر الآية (اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے)۔

اور سورۃ الطور آیت نمبر 35 اور 36 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝٣٥ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝٣٦﴾: ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ﴾: کیا بغیر کسی چیز کے پیدا کیے گئے ہیں یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں، یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، سچ بات یہ ہے کہ یہ یقین نہیں رکھتے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کوئی بھی چیز آسمان میں یا زمین میں نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ وحدہ اس کا خالق ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا ہے بُت پرستوں کو، اور ایسا چیلنج کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُس چیلنج کا سننے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ﴾ (اے لوگو! ایک مثال دی گئی ہے اس مثال کو خوب سنو)۔ اور آپ دیکھیں ندا کافی ہوتا ہے کسی کی تنبیہ یا الرٹ کرنے کے لیے: ﴿یٰٓاَیُّهَا﴾ کافی تھا لیکن ﴿فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ﴾ خصوصی طور پر اس کا الگ معنی ہے، یعنی بہت ہی اہم بات ہونے جا رہی ہے خبردار ہو جاؤ کان کھول کر سُن لو اور سمجھنے کی کوشش کرو کہ کیا کہا جا رہا ہے، اور جو کہا جا رہا ہے اس کو سمجھنا تم پر فرض ہے؛ یہ معنی کہاں سے لیا ہے؟ فعل اَمر ہے ﴿فَاسْتَمِعُوْا﴾۔

مثال پر آپ غور کریں ذرا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ﴾ (بے شک جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا)؛ کسے پکارا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کیا صرف بُتوں کو؟ غیر اللہ میں ہر وہ چیز شامل ہے جسے پکارا گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا گیا ہے؛ ﴿لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾ (وہ ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے) ﴿وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ﴾ (نہ اکیلے اور نہ ہی سب مل کر) (الحج:73)۔ چیلنج دیکھا ہے!

لات، عزیٰ، منات، ہبل، اور ان کے علاوہ جو بھی بُت موجود تھے سیدنا نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے لے کر تا قیامت، درندے پرندے پتھر ہے، کوئی ولی ہے یا کوئی نبی ہے یا کوئی فرشتہ ہے، الغرض جس کو بھی پکارا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سوا جسے بھی اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا گیا ہے نہ وہ اکیلے ایک مکھی پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی سب مل کر ایک مکھی پیدا کر سکتے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ معلوم ہے کہ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا یہ اُن کے نزدیک سب سے بلند چوٹی پر ہیں (معبود جو ٹھہرے نا، اب اس کا مقام تو سب سے بلند ہوتا ہے نا) کیونکہ ان لوگوں نے انہیں جن کو یہ پکارتے ہیں یعنی ربّ بنایا ہوا ہے اگر یہ عاجز ہو جاتے ہیں ایک مکھی کو پیدا کرنے سے جو مخلوقات میں سے حقیر سمجھی جاتی ہے (سب سے زیادہ حقیر مخلوق مکھی سمجھی جاتی ہے) تو ظاہر ہے جو مکھی سے بڑی مخلوق ہے من باب اولیٰ وہ پیدا نہیں کر سکتے۔

اور ان بڑوں کے علاوہ بھی دوسری طرف اگر آپ دیکھیں جن کو یہ پکارتے ہیں چاہے گائے کو لے لیں آپ کیونکہ آپ ہندو مذہب میں دیکھیں گائے اُن کے لیے مقدس گائے ہے گائے کا پیشاب بھی پی لیتے ہیں تبرک سمجھ کر شفاء سمجھ کر! بعض لوگ چوہوں کی بھی عبادت کرتے ہیں، سانپوں کی بھی عبادت کرتے ہیں۔

الغرض؛ بڑی سے بڑی چیز لے کر چھوٹی سے چھوٹی چیز یا حقیر ترین چیز تک دیکھ لیں آپ سب اس میں شامل ہے، تو من باب اولٰی جو ہے یہ اس قابل نہیں ہیں کہ پیدا کر سکیں۔

پھر ایک اور چیلنج بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اسی آیت میں (یہ سورۃ الحج ہے آیت نمبر 73): ﴿وَاِنۡ يَّسۡلُبۡهُمُ الذُّبَابُ شَيۡـئًا لَّا يَسۡتَنۡقِذُوۡهُ مِنۡهُ‌ؕ﴾ (نہ تو الگ الگ پیدا کر سکتے ہیں نہ سب مل کر ایک مکھی پیدا کر سکتے ہیں بلکہ اگر مکھی اِن سے کوئی چیز لے لے وہ اس مکھی سے واپس بھی نہیں کر سکتے)۔

یعنی عجز کی انتہا! ایک تو پیدا کرنے سے عاجز ہیں اور پھر اگر یہی حقیر مخلوق اس طاقتور معبود سے کوئی چیز لے لے (چھین لے، چُرا لے، کھا لے پی لے کچھ بھی کر لے) تو یہ معبود جو ہے اپنی کھوئی ہوئی چیز واپس نہیں لا سکتا!

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): تو عاجز ہو جاتے ہیں اس مکھی سے اپنا حق واپس لینے سے بھی۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ مکھیاں جو ہیں وہ کس طریقے سے ان بُتوں سے کوئی چیز سلب کر سکتی ہیں یا لے سکتی ہیں؟!

اس کے جواب میں شیخ صاحب فرماتے ہیں: بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ ایک مفروضہ ہے "على سبيل الفرض" ہے کہ اگر ایسا ہو تو پھر وہ واپس نہیں لے سکتے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حقیقت ہے اور واقع ہے کہ جب مکھی جو ہے اِن بُتوں پر بیٹھ جاتی ہے اور جو بھی خوشبو اِن بُتوں پر لگی ہوتی ہے اور وہ اس خوشبو سے کوئی چیز لے لیتی ہے یا جو بھی اوپر یعنی کوئی چڑھاوے چڑھاتے ہیں کچھ کھانے رکھے ہوتے ہیں یا خوشبو ہوتی ہے یا کوئی بھی چیز؛ شیخ صاحب نے یہاں پر مثال دی ہے "أطياب" طیب کی (خوشبو ہوتی ہے)؛ اگر وہ مکھی لے لے تو یہ جو بُت ہیں وہ واپس اُس مکھی سے نہیں لے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر یہ جنہیں معبود بنایا گیا ہے اپنا دفاع نہیں کر سکتے اور ایک مکھی سے اپنا حق واپس لینے سے عاجز ہیں تو پھر دوسروں کو کیا حق دینے کے قابل رہیں گے کہ اُن کو پکارتے ہیں! (سبحان اللہ)۔

اور یہ حقیقت ہے کہ جو اپنا حق نہیں واپس لا سکتا وہ کسی اور کا حق بھی اسے دلا نہیں سکتا من باب اولٰی۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: الغرض، اصل بات یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے؛ اس پر ایمان واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ عمومی طور پر ہر چیز کا خالق ہے یہاں تک کہ بندوں کے اعمال کا بھی اللہ تعالیٰ خالق ہے انسان جو عمل کرتا ہے اُس کا بھی خالق اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ﴾ (الرعد:16)؛ اور انسان کا

عمل بھی ”الشيء“ میں سے ہے؛ اور سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 2 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا﴾(اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اس کی خاص مقرر تقدیر فرمائی ہے)۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ اس میں اس موضوع پر یا اس تعلق سے بہت ساری آیات ہیں اور ایک آیت خصوصی طور پر اس موضوع کے تعلق سے بھی موجود ہے ”خلق أفعال العباد“(کہ بندوں کے افعال جو ہیں یہ مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے اِن کو بھی پیدا کیا ہے)۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور انسان کے عمل کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، یعنی دوسرے لفظوں میں انسان اپنے عمل کا خود مختار نہیں ہے سو فیصد کہ انسان خود کر تا رہے اپنی مرضی سے، انسان کا عمل بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے خود انسان بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے اور انسان کے عمل کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

اب یہ تو ہم جان چکے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اللہ نے پیدا کیا ہے اب اس انسان کے عمل کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے؛ اس کے دلائل ایک تو عمومی دلائل جو موجود ہیں انسان کو پیدا کرنے کے اور دوسری دلیل جو ہے خاص دلیل سورۃ الصافات آیت نمبر 96 میں ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاللهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾(اور اللہ تمہارا خالق ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو)؛ یعنی تمہارے اعمال کا بھی خالق ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ مَا جو ہے ﴿وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ آپ عربی گرامر کے اعتبار سے دیکھیں کیا یہ معنی فٹ ہے کہ نہیں؟ کیا اس سے دلیل لی جا سکتی ہے کہ نہیں؟ کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ ردّ ہے اُن مخالفین کا جو قدریہ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں جو کہتے ہیں "کہ جو انسان ہے وہ اپنے عمل کا خود مختار ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے عمل کو پیدا نہیں کیا"۔

تو اس کے جواب میں یہ ساری بحث جو ہے شیخ صاحب نے یہاں پر بیان کی ہے۔

اب یہ جو آیت ہے: ﴿وَاللهُ خَلَقَكُمْ﴾ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے) ﴿وَمَا تَعْمَلُونَ﴾(اور جو کچھ تم کرتے ہو (تمہارے عمل کو بھی))؛ اب ﴿وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ کے تعلق سے غور کریں ذرا: ﴿مَا﴾ جو ہے مصدریہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مَا مصدریہ فعل مضارع کے ساتھ آئے تو فعل مضارع کو مصدر بنا دیتی ہے۔

اب ﴿تَعْمَلُونَ﴾ "تعمل" اور یہ عمل سے لیا گیا ہے اور عمل کا مصدر کیا ہے؟ عَمِلَ، يعمَلُ، عَمَلاً؛ عمل ہے نا۔

تو تقدیر الکلام اگر ﴿مَا﴾ مصدریہ سمجھا جائے "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَعَمَلَكُمْ" بات واضح ہے نا۔

﴿وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ میں اگر کوئی دقت ہے سمجھنے کی واضح نہیں ہے یہ تو عربی گرامر کے اعتبار سے بھی اگر ﴿مَا﴾ کو آپ مَا مصدریہ لیتے ہیں اور ہے بھی مَا مصدریہ یہاں پر کیونکہ فعل مضارع سے پہلے آئی ہے مَا موصولہ بھی ہو سکتا ہے (آگے بات ہوتی ہے اِن شاء اللہ) لیکن مَا مصدریہ جو ہے فعل مضارع کو مصدر میں آپ بدل دیں "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَعَمَلَكُمْ" (اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے عمل کو بھی پیدا کیا ہے)؛ تو واضح ہو جاتا ہے۔

اور یہ نص ہے واضح دلیل ہے کہ انسان کا عمل جو ہے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور انسان کا عمل بھی مخلوق ہے۔

اگر یہ کہا جائے دوسرا احتمال جو ہے اگر یہ مَا موصولہ ہو "بمعنى الذي" یعنی "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَالذِي تعملُون"؛ مَا موصولہ اگر ہے تو مطلب یہ ہوگا "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَخَلَقَ الذِي تَعملُونَهُ" (اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور جو تم نے کیا ہے اس کو بھی پیدا کیا ہے)؛ یہ اور واضح ہے کہ نہیں؟ تو ہر اعتبار سے معنی جو ہے واضح ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر کوئی یہ اعتراض کرے اور یہ کہے کہ اس آیت میں کہاں سے دلیل لے سکتے ہیں اگر مَا جو ہے موصولہ ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر معمول مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کے لیے تو یہ لازم ہے کہ انسان کا عمل بھی مخلوق ہونا چاہیے کیونکہ انسان کا معمول جو ہے انسان کے عمل سے ہوا ہے (یعنی جو وہ ایکشن کرتے ہیں جو اس کا اثر ہوتا ہے وہ اب انسان ہے، عمل ہے اور معمول ہے، جو عمل ہوا ہے) اب اگر مصدریہ ہے تو معمول کی طرف ہے، اور اگر آپ دیکھتے ہیں کہ مَا جو ہے موصول ہے معمول کی طرف اشارہ ہوتا ہے، اور اگر مصدریہ ہے تو عمل کی طرف جاتا ہے۔

اب تین چیزیں ہیں، انسان خود ہے، انسان کا عمل ہے اور معمول جو ہے؛ ہر اعتبار سے دیکھیں آپ اگر مصدریہ بھی لیتے ہیں معمول کے لیے عمل کا ہونا، عمل کے لیے عامل کا ہونا لازمی ہے تب بھی انسان کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس عمل کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے جو معمول ہوا ہے جس کی طرف مَا مصدریہ اشارہ کر رہی ہے اسے بھی اللہ نے ہی پیدا کیا ہے کیونکہ معمول بغیر عمل کے ممکن نہیں ہے اور عمل بغیر عامل کے ممکن نہیں ہے اس اعتبار سے، تو ہر اعتبار سے یہ دلیل ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: تو دونوں احتمال میں دونوں اعتبار سے انسان کا عمل جو ہے مخلوق ہے۔

یہ تو تھا دلیل اُثری ابھی تک اب نظری (عقلی) دلیل کیا ہے کہ انسان کا عمل اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں؟ وہ اس طریقے سے ہے کہ انسان کا یا بندے کا جو فعل ہے وہ دو چیزوں سے ہوتا ہے دو چیزوں کی بنیاد پر۔:

(۱) سچی عزیمت ہو۔(۲) اور دوسرا ہے قدرۃ التامۃ ہو۔

دیکھیں ذرا غور کریں؛ ہم جو بھی عمل کرتے ہیں وہ نہیں جو سوچتے ہیں صرف، دیکھیں آپ نے گھر سے فجر کی نماز پڑھی ہے آپ نے سوچا کہ درس میں جانا ہے پھر آپ نے عزم کیا ہے، پھر آپ اٹھے ہیں پھر سواری پر سوار ہوئے ہیں، پھر آپ راستے پر نکلے ہیں اور درس کی طرف آئے ہیں۔ دو چیزیں ہوئی ہیں کہ نہیں؛ ایک تو جو آپ کا خیال تھا وہ ایک عزیمت میں؛ خیال تو ہوتا ہے رات سے کہ اچھا صبح درس ہو گا تو ہم ان شاءاللہ جائیں گے کچھ ساتھی سو گئے ابھی آئے بھی نہیں ہیں عزیمت نہیں ہے نا تو عمل بھی نہیں ہوا؛ جو آئے ہیں کس بنیاد پر آیئے ہیں؟ ''عزيمة صادقة'' سچی عظیمت ہے کہ جانا ہے۔

اور پھر ''قدرة تامة''؛ اگر بیمار پڑ جائے انسان، کسی کو کوئی تکلیف ہو جائے یا نہ پہنچ پائے یا اس کی طاقت نہ ہو قدرت نہ ہو، کوئی رکاوٹ آجائے تو عمل ہو سکتا ہے؟ نہیں ہو سکتا۔

تو کسی بھی عمل کے لیے ان دو چیزوں کا ہونا لازمی ہے یہ ہم عقلی بات کر رہے ہیں حقیقتاً واقع کے مطابق۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر ہم کوئی بھی عمل کرنا چاہتے ہیں تو اس عمل سے پہلے دو چیزوں کا ہونا لازمی ہے، ایک ''العزيمة الصادقة على فعله'' اگر آپ عزم نہیں کرتے تو آپ وہ کام کرتے نہیں ہیں، دوسرا ''القدرة التامة'' (تام میں قدرت)؛ کام میں قدرت ہونی چاہیے اگر آپ عاجز ہو جاتے ہیں تو پھر آپ وہ کام نہیں کر سکتے۔

اور ان دونوں کو آپ کے اندر کس نے پیدا کیا ہے؟ عزیمت کس نے آپ کو دی ہے؟ اس کی توفیق کس نے دی ہے؟ اور پھر آپ کو قدرت یہ صلاحیت کس نے دی ہے؟

جو خالق السبب التام ہے وہ خالق المسبب بھی ہے۔

یہ قاعدہ ہے یہ عقلی قاعدہ ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ انسان کا جو عمل ہے وہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

ایک دوسری عقلی دلیل ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: فعل جو ہے وہ وصف الفاعل ہے اور وصف جو ہے صفت جو ہے وہ تابع للموصوف ہے (یہ حقیقت ہے جب ہم صفت کی بات کرتے ہیں صفت تابع للموصوف ہے ہمیشہ)۔

اب فعل ہے اور فاعل ہے فاعل کو تو یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے فعل کو نہیں مانتے کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور قاعدہ کیا کہتا ہے فعل جو ہے وہ کیا ہے؟ تابع للموصوف ہے۔

اب یہاں پر؛اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور انسان کی صفت ہے فعل کرنا تو پھر فعل کو کس نے پیدا کیا ہے؟اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): تو دلیل سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کا عمل مخلوق ہے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور یہ عموم الخلق میں شامل اور داخل ہے "أثریاًاور نظریاً" أثری دلیل اور نظری دلیل کی بنیاد پر،اور جو أثری دلیل ہے اس کی دو قسمیں ہیں عام اور خاص،اور جو نظری دلیل ہے اس کی دو وجوہات سے یہ دلیل بیان کر چکے ہیں۔

پھر اگلا جملہ ہے:"لا خالق غیرہ"(اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق کوئی پیدا کرنے والا نہیں)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر آپ یہ کہتے کہ حصر جو ہے اس پر ایک چیز ایک اعتراض ہے یہ اعتراض کیا گیا ہے یا یہ اعتراض آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بھی خالق موجود ہے، جو تصویر بنانے والا ہے وہ اپنے آپ کو خالق کہتا ہے یا خالق سمجھتا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ تصویر بنانے والا بھی خالق ہے(پیدا کرنے والے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تصویر بنانے والوں کے تعلق سے کہ اُن کو عذاب ملتا ہے اور ان کو کہا جائے گا قیامت کے دن کہ زندہ کرو ان چیزوں کو جن کو تم نے پیدا کیا ہے"أحيوا ما خلقتم"؛اور یہ متفق علیہ حدیث ہے؛اور سورۃ المؤمنون آیت نمبر 14 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ﴾(اللہ تعالیٰ بابرکت ہے جو پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں:

یہاں پر خالق ہے اور پھر أحسن الخالقین ہے تو اس کا کیا جواب ہے پھر؟اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان کیا ہے قرآن مجید میں کہ اللہ کے سوا اور بھی خالق ہیں؟

سنیں ذرا میں اصل بات کہنے جا رہا ہوں پھر سوال کرتا ہوں؛ یہ بحث کیوں کر رہے ہیں ہم؟ یعنی شیخ الاسلام نے یہ کیوں یہاں پر لکھا ہے عقیدہ واسطیۃ میں"لا خالق غیرہ"وجہ؟اصل بحث کیا ہے؟انسان کو کس نے پیدا کیا؟اللہ نے پیدا کیا۔انسان کے عمل کو کس نے پیدا کیا ہے؟

دیکھیں یہ ساری بحث جو جاری ہے نا شروع سے تقدیر کے انکار سے؛ پہلے دیکھیں انہوں نے تو انکار کر دیا تقدیر کا پھر دلائل ڈھونڈے ہیں جیسے اہل بدعت کا ہمیشہ طریقہ رہا ہے کہ پہلے فتویٰ دیتے ہیں پھر دلیل ڈھونڈتے ہیں، جب نہیں ملتی بنا لیتے ہیں؛

اب دلیل بنالی کیا دلیل بنائی ہے؟ "کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق موجود ہے تو انسان بھی اپنے عمل کا خالق ہے"؛ اصل مدعا یہ ہے سمجھ آرہی ہے نا!

تو ''لا خالق غیرہ'' یہ اس چیز کا ردّ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے۔

تمہارا یہ گمان غلط ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرمایا ہے قرآن مجید میں ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ﴾ کہ اور خالق بھی موجود ہیں اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خالق ہے، تم لوگ یہ سمجھتے ہو اس آیت سے کہ انسان بھی خالق ہے اللہ بھی خالق ہے اللہ سب سے بہتر خالق ہے، انسان نے اپنے عمل کو خود پیدا کیا ہے، اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ بہتر ہے اس اعتبار سے۔

تو یہ آپ کا استدلال اپنی جگہ پر نہیں ہے، آدھا سچ بھی سچ نہیں ہوتا۔

اصل حقیقت کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی پیدا کیا ہے اور انسان کے عمل کو بھی پیدا کیا ہے، اور تمہارا یہ کہنا کہ جو دوسرے خالق موجود ہیں جیسے حدیث میں بھی آیا ہے کہ تصویر بنانے والے کو بھی خالق کہا گیا ہے اور قیامت کے دن سخت وعید ہو گی اور سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے گا عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، اور یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا حکم دے گا "اب زندہ کرو اُن چیزوں کو جن کو تم نے پیدا کیا ہے"۔

اب یہ بھی خلق ہے تو اب اس کا جواب شیخ صاحب بتا رہے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں:

کہ جو نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے خلق کی وہ ایجاد کی ہے "عدم سے وجود میں لانا"، انسان موجود نہیں تھا زمین و آسمان موجود نہیں تھے یہ کائنات موجود نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وجود میں آئی ہے؛ تو کوئی بھی پیدا کرنے والا نہیں اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے سوا؛ اور پھر ایک چیز کو ایک عین ہے اصل ہے اس کی حقیقت کو بدل کر اسے دوسری حقیقت میں تبدیل کر دینا یہ بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے مخلوق نہیں کر سکتی۔

کوئی مثال جانتا ہے ایک عین کو بدل کر اس کی حقیقت کو بدل لینا؟ کہا جا سکتا ہے کہ انڈہ ہوتا ہے انڈہ پھر تبدیل ہو کر دوسری چیز بن جاتا ہے لیکن واضح ہے کہ ایک بالکل الگ سی چیز الگ چیز بن گئی حقیقتاً!

سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے قصے میں لاٹھی والی بات؛ اب جادو گروں نے بھی لکڑیاں اور رسیاں ڈال دی ہیں دیکھنے والے کو سانپ نظر آگئے کیا یہ لاٹھی اور رسی حقیقتاً سانپ تھی یا صرف آنکھوں کا دھوکا تھا جادو تھا؟ حقیقت میں تبدیل نہیں ہوئیں نہ کوئی جادو گر تبدیل کر سکتا ہے، عین کو تبدیل نہیں کر سکتے کہ رسی ہے اس کے عین کو حقیقت کو جو ہے وہ اس کو بدل کر حقیقتاً سانپ بنادے ان کی جرأت نہیں ہے کوئی نہیں کر سکتا!

جو لاٹھی سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاتھ میں تھی اور زمین پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے پھینکا ہے وہ کیا بن گئی؟ اژدھا (بڑا سانپ) بن گئی۔ یہ حقیقت ہے یا نہیں؟ اصل جو لاٹھی تھی وجہ کیا ہے دیکھیں اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہ جو چالیس جادو گر تھے سجدہ ریز ہو گئے۔ کیوں؟ اُن کو پتہ ہے کہ ہم جو کام کر رہے ہیں وہ حقیقت نہیں ہے وہ جادو ہے اور جو یہ کام ہوا ہے جو لاٹھی اصل میں بدل گئی ہے سانپ میں حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کو سانپ میں بدل دیا ہے اس کی عین ہی بدل گئی ہے بالکل؛ لاٹھی لاٹھی ہے پھر جب دوبارہ پکڑا پھر لاٹھی ہو گئی تو۔

تو عین کو بدلنا (اس کی اصل خلق کو تبدیل کرنا مطلب یہ ہے) صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کوئی اور مخلوق نہیں کر سکتی یہ۔

اس کا ثبوت کیا ہوا؟ اب یہ اژدھا جو ہے وہ رسیوں کو اور اُن لکڑیوں کو کھا رہا ہے اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ واقعی کھا رہا ہے نگل رہا ہے، نہیں چھوڑا! اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقتاً یہ اژدھا (سانپ) بن گیا تھا نا کہ لاٹھی۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: جو مخلوق کے تعلق سے کہا گیا کہ خالق ہے (تصویر کسی نے بنائی ہے کسی نے شیر کا مجسمہ بنایا ہے کسی نے انسان کا مجسمہ بنایا ہے یا کسی نے ہاتھ سے تصویر انسان کی بنائی ہے، یا کسی جانور کی کسی زندہ چیز کی تصویر بنائی ہے، یہ ٹیبل جو ہے اگر اسے کہا جائے انسان نے اس ٹیبل کو بنایا ہے یہ بھی ایک چیز ہے، یہ جو ہے اب ٹیبل کا بننا جو ہے انسان نے ٹیبل کو بنایا ہے اسے بھی خلق "صنع" کہتے ہیں (مصنع (فیکٹری) جہاں پر یہ چیز بنتی ہے)؛ تو کس اعتبار سے ہے؟ وہ ایک چیز کو موجود چیز کو کسی اور چیز میں بدل دینا۔

اصل میں کیا ہے یہ؟ لکڑی ہے۔ لکڑی کہاں ہے؟ درختوں سے آتی ہے۔ درخت کو کس نے پیدا کیا ہے انسان نے پیدا کیا ہے؟! نہیں، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا! اللہ نے پیدا کیا ہے؛ اس لکڑی کو اس ٹیبل کو ہم نے پیدا ضرور کیا ہے بنایا ہے لیکن ایک لکڑی کو جو درخت میں تھی اس کو ہم نے لیا ہے اس کو کاٹا ہے اس کا خاص ڈیزائن بنایا ہے اس کے مطابق ہم نے اس ٹیبل کو بنایا ہے، اس اعتبار سے اسے خلق کہا گیا ہے۔

اور اسی طریقے سے دروازے کو دیکھ لیں آپ کس نے بنایا ہے؟ ایک کاریگر نے بنایا ہے لکڑی سے بنایا ہے۔

تو ایک موجودہ چیز کی اگر آپ اس کی شکل کو بدل ڈالیں اس کو خلق کہا گیا ہے عربی زبان میں لیکن یہ وہ خلق نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، اور اس سے زمین و آسمان کا فرق ہر عقلمند کو ہر سمجھدار کو اس کی سمجھ آجاتی ہے جس کو یہ عقلمند اس کو نہیں سمجھنا چاہتے معتزلہ اور ان کے جو ہم نوالے ہم پیالے ہیں۔

پھر جملہ ہے: ''لا ربّ سواہ'': یعنی اللہ تعالیٰ ہی واحد ربّ ہے جو تدبیر کرتا ہے تمام معاملات کی اور یہ حصر جو ہے حقیقی ہے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ربّ نہیں ہے۔

یہ جملہ ''لا ربّ سواہ'' اس کی ضرورت ہے؟ تاکید کے لیے ہے۔

اچھا ربّ کا لفظ جو ہے اس میں، خالق سب سے پہلے، مالک، تدبیر کرنے والا، نفع و نقصان کا مالک، زندگی و موت کا مالک، مشکل کشا حاجت روا یہ سب معنی ایک لفظ ربوبیت میں موجود ہیں۔

اب یہ کہاں ہے ''لا خالق غیرہ''؟ تاکید کے لیے ''لا ربّ سواہ'': تاکید ہے نا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: بعض احادیث میں آیا ہے کہ ربّ کا لفظ غیر اللہ کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔

کیونکہ معتزلہ نے یہ وہاں سے بھی دلیل لی ہے کہ انسان اپنے عمل کا خود خالق ہے کیونکہ خالق بھی اللہ تعالیٰ کے سوا موجود ہے قرآن مجید میں اور احادیث میں اور ربّ کا لفظ بھی قرآن مجید میں غیر اللہ کے لیے موجود ہے تو انسان اس اعتبار سے کہ اس نے اپنے عمل کو خود پیدا کیا ہے وہ اپنے عمل کا ربّ بھی ہے اور اپنے عمل کا خالق بھی ہے۔

اب اس کا جواب دیکھیں شیخ صاحب فرماتے ہیں:

مثال کے طور پر حدیث میں آیا ہے (متفق علیہ حدیث میں) کہ جو اونٹ کا لقطۃ ہے اگر اونٹ گمشدہ ہو جائے اس کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسے چھوڑ دو اس کے پاس اس کا پینا بھی ہے اور اس کے جوتے بھی ہیں، پانی بھی پیتی رہے گی اور اپنی خوراک بھی کھاتی رہے گی یہاں تک کہ اس کا ربّ اسے پالے (یعنی اس کا مالک اسے پالے (ربّ سے مراد یہاں پر اس کا مالک ہے))۔

''حتّٰی یجدھا ربُّھا'' (یہاں تک کہ اس کا ربّ اسے پالے)؛ اور ربّ سے مراد یہاں پر اس کا مالک۔

اور صحیح مسلم کی معروف حدیث جبریل علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث میں اس حدیث کے الفاظ میں یعنی جو قیامت کی نشانیاں بیان کی ہیں ان میں سے ایک نشانی ہے "کہ جب لونڈی اپنے ربّ کو پیدا کرے گی"، ایک روایت میں ہے اپنی مالکن "رَبَّتَها" کا لفظ بھی ہے؛ ربّ کا لفظ بھی ہے، "رَبَّتَها" کا بھی ہے، تو ربّ مذکر کا صیغہ بھی ہے ایک روایت میں،

تو یہاں پر بھی ربّ کا لفظ ہے کہ اپنے ربّ کو پیدا کرے گی۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اسے جمع کیسے کیا جا سکتا ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہے ربوبیت عامہ ہے کہ ہر چیز کا اللہ تعالیٰ ربّ ہے اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال نہیں کر سکتا (اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے تعلق سے کوئی بھی سوال نہیں کر سکتا) جو بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں وہ سب رحمت اور حکمت ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ تقدیر میں لکھ دیتا ہے کبھی قحط سالی کبھی مرض، بیماریاں، موت، زخم، تکلیفیں انسان میں اور حیوان میں، اور ہم یہاں پر کہتے ہیں کہ "غاية الكمال والحكمة" (اللہ تعالیٰ کی حکمت کا کمال ہے)۔

جو مخلوق کی ربوبیت ہے یہ ناقص اور قاصر ہے اپنی جگہ سے باہر تجاوز نہیں کر سکتی اور انسان اس میں تصرفِ تام نہیں کر سکتا، اس کا تصرف جو ہے اس میں شرع یا عرف سے محدود ہو چکا ہے۔

یعنی جو اونٹ کا ربّ ہے یا جیسے یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے قصے میں بھی بادشاہ کو ربّ کہا گیا ہے تو یہ بادشاہ جو ہے یا جو اونٹ کا مالک ہے تو مالک کے اعتبار سے کیا وہ جو کچھ کرے کر سکتا ہے؟ محدود ہے کہ نہیں؟ تو اس کی یہ جو ملکیت ہے اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا قیامت کے دن کہ تمہیں جو ذمہ داری سونپی ہے اس کا تم نے کیا کیا ہے؟

اللہ سے کون پوچھنے والا ہے اللہ سے کوئی پوچھنے والا ہے؟! کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی خالق نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ربّ ہے؛ واضح ہو گیا؟

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں:

"ومع ذلك؛ فقد أمر العباد بطاعته وطاعة رسله، ونهاهم عن معصيته" (اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی (یعنی اللہ تعالیٰ کی) فرمانبرداری کریں اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی فرمانبرداری کریں، اور اللہ تعالیٰ نے بندوں کو منع کیا ہے معصیت سے کہ وہ معصیت نہ کریں اللہ تعالیٰ کی اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی (علیہم الصلاۃ والسلام)۔

یعنی شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے عموم خلق اور ربوبیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کو ایسے نہیں چھوڑا اور نہ ہی اُن سے اختیار کو ختم کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکم دیا ہے فرمانبرداری کا اور منع بھی کیا ہے اپنی نافرمانی سے، یہ جو حکم ہے یہ اُمر ممکن ہے جو مخلوق ہے مأمور ہے اسے حکم دیا جاتا ہے، اور جو یہ فعل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کا فعل بھی مخلوق ہوتا ہے اس کے باوجود بھی اسے حکم دیا جاتا ہے اور اسے منع بھی کیا جاتا ہے، اگر انسان اپنے عمل پر مجبور ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا حکم جو ہے اور منع کرنا جو ہے ممکن نہ ہوتا (اس کا کیا فائدہ ہے پھر؟! اگر انسان مجبور ہے اور عمل خود نہیں کر سکتا اگر اس سے زبردستی عمل کروانا ہے تو پھر یہ اُمر اور نہی کس لیے ہے؟! اُمر اور نہی سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کا اپنا اختیار بھی ہوتا ہے عمل کرنے کا مجبور نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ إلى آخر الآية (البقرة: 286)؛ میں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (الانعام:152): دونوں ملتی جلتی آیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ کوئی تکلیف یا کوئی ذمہ داری نہیں دیتا۔

یعنی انسان جو عمل کرتا ہے وہ اس پر قادر ہوتا ہے وہ کر بھی سکتا ہے، شریعت میں انسان پر اس بندے پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا ہے اور نہ ہی اس کا مطالبہ کیا ہے۔

تو اس سے یہ ثابت ہوا ان آیات سے کہ جو بندے ہیں جو انسان ہیں وہ اپنی فرمانبرداری کے فعل پر قادر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معصیت سے اجتناب کرنے پر بھی قادر ہیں اور وہ ان چیزوں پر مجبور نہیں ہیں؛ یعنی نہ تو فرمانبردار فرمانبرداری پر مجبور ہے اور نہ ہی نافرمان نافرمانی پر مجبور ہے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ ہم نے کسی نفس کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے۔

جو بھی فرمانبرداری ہے نافرمانی ہے یعنی فرمانبرداری سے جو حکم دیا ہے اور نافرمانی سے جو اللہ تعالیٰ نے روکا ہے انسان کی استطاعت میں ہے کہ نہیں؟ استطاعت میں ہے تو اللہ نے حکم دیا ہے استطاعت میں نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا پھر حساب بھی نہ لیتا مطالبہ بھی نہ کرتا۔

یہاں تک کافی ہے اگلے درس میں ان شاء اللہ اگلے جملے پر بات کریں گے: "وَهُوَ سُبْحَانَهُ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ وَالْمُحْسِنِينَ وَالْمُقْسِطِينَ"؛ اور یہی بحث آگے بھی جاری ہے کہ متقین ہیں محسنین اور مقسطین ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو پسند کرتا ہے۔

متقی کون ہے؟ تقویٰ کرنے والا۔ تقویٰ عمل ہے کہ نہیں؟

محسنین جمع محسن کی ہے محسن کون ہے؟ احسان کرنے والا۔ احسان عمل ہے کہ نہیں؟ احسان کرنے والے بھی ہوتے ہیں کہ نہیں؟

"مقسطین": عدل وانصاف کرنے والے۔

اللہ تعالیٰ اِن سب کو پسند کرتا ہے؛ اگر یہ ممکن نہ ہوتا گناہ کر سکتا پھر پسند کیوں کرتا؟! اگر مجبور ہوتے تو پھر پسند کیوں کرتا؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے عمل پر مجبور نہیں ہے ان شاءاللہ اگلے درس میں اس کی تفصیل آئے گی۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (090.العقيدة الواسطية) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio